

سذرات

افادات علامہ عبید اللہ سندھی

سطحات

حکمت کی پرانی تاریخ میں تین ملک ہم فکر رہے ہیں۔ ہند، ایران، اور یونان، حکمت کا مطلب فقط یہ ہے کہ ہم جو چیزیں اپنے گرد و پیش دیکھتے ہیں ان کی حقیقت سمجھنا۔ یہ علم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے کی بنیادوں میں اساسی چیز تھی۔ مثلاً ایک نبی آکر حساب کا قاعدہ سکھا دیتا ہے۔ یہی اس کا کمال ہے۔ چنانچہ جواہر المصنیعہ فی تراجم الحنفیہ میں ایک متقی عالم کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ حساب میں خطائیں کا قاعدہ دو غلطیاں کر کے نتیجہ صحیح نکالنا ایک نبی نے آکر سکھایا ہے۔ یہ قاعدہ آج کل جبر و مقابلہ کی وجہ سے متروک ہے۔

حکمت کی بعض چیزیں تمام انسانیت یکساں طور پر مانتی ہے مثلاً حساب کے قواعد اور علم ہیئت کے اصول سب قوموں میں یکساں مانے جاتے ہیں۔ ہیئت فلکی سے ترقی کر کے علم نجوم پیدا ہوا اور اس طرح ارضی اشیاء کی تاثیرات ضبط کرنے سے علم طب پیدا ہو گیا۔ طب اور نجوم کو ملنے والا آدمی آخر خدا کو مانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی سے انکار نہیں کر سکتا۔ پہلے زمانہ میں یہ طب اور نجوم انسان کی دینی اور دنیاوی ضرورتوں کے لیے کافی سمجھے گئے ہیں۔ چنانچہ امام غزالی لکھتا ہے من لم یعرف الهيئة والتشريح فهو عنین فی معرفۃ اللہ اگر ثابت ہو جائے کہ انسانیت کا کوئی طبقہ کسی علم سے خالی نہیں رہا ہے تو وہ علم اس طبقہ کے لیے بہت محترم ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ماننا اس درجہ کا علم ہے اس لیے نہایت ہی محترم ہے۔ جیسے بعض انسان اندھے پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے ہی بعض اس معرفت الہی سے

خالی اور نابلد ہوتے ہیں۔ اگر ان لوگوں کو انسانیت کا معیار قرار دیا جائے تو معاملہ ہی الٹ جائے گا۔ بھلا سیول کو انسانیت سے کیا تعلق ہے حکمت کی اشاعت یا تو ہند سے ہوئی ہے جیسے ریاضی اور نجوم یا ایران سے جس کا مرکز بابل تھا۔ پھر اس سے آگے یونان ہے پھر ان کا چونکہ جلد ہی مسیحوں سے تعلق برپا گیا اس لیے وہ جلد ہی ممتاز ہو گیا۔ اور وہاں کے حکماء دنیا میں مشہور ہو گئے۔ درنہ دراصل بعض چیزوں میں تو واقعی ممتاز ہے۔ لیکن بعض میں ایران اور بعض میں ہندوستان بہت ہی آگے ہے اور یہ سب فلسفہ حضرت ابراہیم سے پہلے کے ہیں۔ اس دور کی ترقی دو مرحلوں پر ختم ہوتی ہے (۱) یہ کہ سارے عالم کا مادہ ایک ہی ہے۔ جس چیز کا اسے حیات کا تعلق ہے وہی مادہ ہے اور تمام مادی قوتیں (ایک مرکز سے نکلی ہیں چاہے وہ آسمان (کا) ستارے ہوں یا زمین کا پانی۔ جو حکیم اس درجہ پر پہنچے گا وہ طبعیات، نجوم اور ریاضی میں استاد مانا جائے گا۔

(۲) یہ کہ مادی اشیاء کے علاوہ بھی کچھ چیزیں ہیں جو مادہ کی تعریف کے ذیل میں نہیں آتیں مگر عقل انہیں قدرتی طور پر ادراک کرتی ہے۔ مثلاً فرشتہ اور برق وغیرہ۔ جنہیں بعض حکماء نے اپنے مرکز کی تلاش میں تحریک کر کے ہذات خود ملاحظہ بھی کر لیا ہے جہاں مادی اور غیر مادی چیزیں باکر جمع ہو جاتیں ہیں۔ کیونکہ کسی چیز کی تنظیم مرکز کے سوا ہو ہی نہیں سکتی۔ حکماء کے نزدیک مادیت اور غیر مادیت کا جو مشترک مرکز ہے اس کا نام وجود ہے انہیں اس وجود کی وحدت بھی ایسے ہی مانتی پڑیگی جیسے کہ مادے کو مانتے ہیں۔ مٹی سے نباتات پیدا ہوتی ہیں۔ کسی کو تردد نہیں کہ یہ مٹی سے نکلی ہیں اور ایڑے کے بعد سڑک کر پھر مٹی میں مل گھل جائیں گی مادے کی وحدت میں ان تغیرات سے کوئی فرق نہیں آتا۔ اس طرح متفرق چیزوں کو مرکز سے وابستہ کرنے کا نام وحدت ہے۔

ایک حکیم جب تمام وجودی چیزوں مادی خواہ غیر مادی کا ایک مرکز سے تعلق پیدا کر کے اس میں سے سب کی تشریح کر سکا اور اس میں ان سب کا سوا اور وہ وجود دلایا ہی

الآن کما کان غیر متغیر ہے تو اس حکمت کا نام ”وحدت الوجود“ ہے یہ ایک حقیقت اور سائنس ہے، فلسفہ نہیں کیونکہ ایک احوال حسب الوجود کو ثابت ہے لیکن احاطہ نہیں کر سکتا اور صرف

اپنے محسوسات کے مطابق چیزوں کے نام اور شکلیں مقرر کرتا ہے تو یہ فلسفہ بن جاتا ہے۔ اور اس تجلی کے ذریعہ سے حقیقت سے آشنا ہو گا۔ اور جو حکیم وجود کی معرفت میں ماہر ہوتا ہے اسے الہی حکیم کھا جاتا ہے۔ حکمت کے یہ دونوں درجہ کہ مادہ کو مرکز بنایا جائے یا وجود کو وحدۃ المعادہ اور وحدۃ الوجود انسانیت کے لوازم میں سے ہیں۔ انسانیت ان خیالات سے خالی نہیں رہ سکتی۔ بعض اوقات زمین کے بعض حصے ایسے مروجہ فیرواقع ہوئے ہیں کہ جمیع اوقات حکمت پر بحث کرنے والے آدمی وہاں پیدا ہوتے ہیں اور وہ ایسا خطہ دنیا میں انسانیت کے لیے مرکز بن جاتا ہے جس زمانہ کا ہم ذکر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں بابل اور سوریہ انسانیت کے مرکز تھے چنانچہ سوریہ انسانیت کے حکیم زیادہ ہوئے ہیں۔ اور بابل میں طبعیات کے زیادہ ہوئے ہیں انبیاء علیہم السلام کا درجہ جیسے کہ طبقات کے مطالعہ سے سمجھا جاتا ہے ان حکماء کے معلمین کا ہے اور ان میں سے اچھے حکیم نبوت کے بہترین نثار ہیں ان ہی کو صدیق کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں کو جو انبیاء علیہم السلام نے پیش کیے ہیں اپنے عقل سے صحیح مانتے تھے اس لیے انہوں نے جھٹ تصدیق کر دی الہی حکیم وہ چیز کبھی نہیں مان سکتا جسے نبی رد کر دے۔

انبیاء کے گرد ایسے حکماء یعنی صدیقین کی ایک جماعت جمع ہو جاتی ہے جن کے زور سے انبیاء علیہم السلام کی حکمت انسانیت میں پھیلتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں حکمت الہیہ ہمیشہ مرکز رہتی ہے اور باقی اجتماعی حکمتیں، گاؤں، بسانا، شہر، بسانا اور جوار تقافات پڑھنی، لکھنے، یہ سب نبوت کی تعلیم میں دوہکر درجہ پر ہیں۔ لیکن حکیم کے ہاں یہ سوشل اجتماعات پہلے درجہ کی چیزیں ہیں۔ صدیقین کے اس علم کا نام ہے ”الحکمۃ“ حکماء کی حکمت کے بعد انسانیت میں نظام قائم کرنے کے لیے حکمرانوں کی ضرورت ہے کیونکہ انسانیت کے تمام طبقے حکمت کو خود ڈھیک طرح نہیں سمجھ سکتے اس لیے ایک طبقہ جوار تقافات میں زیادہ مصروف رہتا ہے اپنے اچھے استاد پر اعتماد کر کے حکمت کو مان لیتا ہے یہ لوگ اصل میں حکم ماننے والے ہوتے ہیں استاد جو حکم دیتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں لوگوں کے سردار کا نام شہداء ہے یہ نبی کے گرد دوسری صف میں جمع ہو جاتے ہیں یہ خود حکمت کو سمجھتے ہیں اور عوام تک حکم کی صورت میں پہنچاتے ہیں۔ اس حکم اصطلاحی نام ”الکتاب“ ہے یعنی لکھی ہوئی چیز نوشتہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس طرح حکم میں تبدیلی نہیں انہیں یعنی عوام کو اپنی عقل کو اس حکم کے تابع کرنا پڑتا ہے۔